Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

:Definition of Human Language and its Evolutionary Stages Arabic Language as a Model

انسانی زبان کی تعریف اور اس کے ارتقائی مراحل: عربی زبان بطور نمونہ

Dr. Nasir Mahmood
Ms. Madiha Arshad

Assistant Professor Department of Arabic/Islamic studies University of Sialkot, Punjab at-nasir.mahmood@uskt.edu.pk
Lecturer Government Graduate College for Women Satellite Town, Gujranwala at-madihaarshad12567@gmail.com

Abstract

Human language is a fascinating phenomenon that has evolved over millennia, shaping cultures, societies, and civilizations. Understanding the evolutionary stages of language provides crucial insights into human cognition, communication, and cultural development. The earliest stage, often referred to as protolanguage, is characterized by rudimentary communication systems consisting of basic sounds, gestures, and vocalizations. The next significant stage in language evolution is the development of classical languages like Arabic, Ancient Greek, Latin, and Sanskrit which shaped the intellectual landscape of ancient civilizations and served as the lingua franca of academia and governance. Arabic, a Semitic language spoken by over 380 million people globally, offers a rich tapestry for examining language evolution. Its historical development can be traced through various stages, each marked by distinct features. Classical Arabic, the language of the Quran, emerged around the 6th century CE and served as a unifying force for the burgeoning Islamic world. Over time, regional dialects emerged, influenced by local languages, and evolving social contexts. Modern Standard Arabic, a standardized form based on Classical Arabic, is utilized in education and formal settings, while spoken dialects continue to flourish in everyday life. The study of Arabic's evolution sheds light on the universal processes that shape all human languages. Sound changes, grammatical simplifications, and vocabulary borrowings are all evident in Arabic's development. Furthermore, Arabic's rich literary tradition, encompassing poetry, prose, and philosophical works, serves as a testament to the language's capacity for creativity and expression. This paper delves into the essence of human language, exploring its evolutionary stages and using Arabic as a model to illustrate these concepts.

Keywords: Human-Language, Definition, Evaluation, stages, Model, Arabic Language.

خلاصہ:

انسانی زبان ایک دلچسپ عمل ہے جو ہزاروں سالوں کے ارتقائی عمل کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے اور کسی بھی معاشرے، ثقافت اور تہذیب کو بنیاد فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بنیادی خدوخال کی وضاحت کرتا ہے۔ زبان کے ارتقائی مراحل کو سمجھنا انسانی ادراک، باہمی روابط، ثقافتی ترقی اور دیگر اقوام کے ساتھ میل جول کو فروغ دینے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ زبان کا ابتدائی مرحلہ جسے عام طور پر protolanguage کہا جاتا ہے اور ابتدائی باہمی رابطہ کی بنیادی خصوصیت ہے، وہ بنیادی آوازوں، اشاروں اور آوازوں پر مشتمل ہوتا ہے جو بعد میں ایک مستقل زبان کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ زبان کے ارتقاء کا اگلا اہم مرحلہ عربی، قدیم یونانی، لاطینی اور سنسکرت جیسی کلاسیکی زبانوں کی تشکیل ہے جنہوں نے ناں صرف یہ کہ قدیم تہذیبوں کے فکری منظرنامے کو تشکیل دیا بلکہ اپنے اپنے دور اور جغرافیائی دائرہ کار میں علمی اور حکمرانی کی زبانوں کے طور پر بھی اپنی پہچان بنائی۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

عربی ایک سامی زبان ہے جسے عالمی سطح پر 380 ملین سے زیادہ لوگ مادری یا پھر ثانوی زبان کی حیثیت سے بولتے اور استعمال کرتے ہیں اور یہ زبان کے ارتقائی مراحل کی تحقیق و تدریس میں بھرپور کردار ادا کرتی ہے۔ عربی زبان کے ارتقائی مراحل کو اس کی تاریخی حیثیت کے تناظر میں مختلف حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جن میں سے ہر ایک کی الگ الگ خصوصیات ہیں جن کی بناء پر وہ دیگر حصوں سے ناں صرف یہ کہ منفرد ہو جاتی ہے بلکہ انسانی زبان کے ارتقائی مراحل کو سمجھنے میں بھی کافی معاون ثابت ہوتی ہے۔ انہیں میں سے ایک حصہ قدیم عربی کہلاتا ہے، دوسرا حصہ قرآنی عربی پر مشتمل ہے جو چھٹی صدی عیسوی کے آس پاس نزول قرآن کے ساتھ وجود میں آیا اور پوری اسلامی دنیا کو قرآن اور مذہب کی بنیاد پر متحد کیا اور اس کے بعد معاصر عربی کا دور آتا ہے جس نے موجودہ زمانے میں بولی جانے والی عربی کی بنیاد رکھی اور ایک جدید، معیاری اور رسمی تعلیم و تعلم میں استعمال ہونے والی زبان وجود میں آئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علاقائی بولیاں ابھریں جو مقامی زبانوں سے متاثر ہوئیں اور سماجی سیاق و سباق کے ارتقاء کے پس منظر میں عربی زبان میں مختلف لہجات کا ظہور ہوا جو مختلف ثقافتوں اور سماجوں کی آئینہ دار ہیں۔ عربی زبان کے ارتقائی عمل کا مطالعہ ان عوامل پر روشنی ڈالتا ہے جو تمام انسانی زبانوں کو تشکیل دینے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسی زبان ہے جس کے قواعد، صوتی مراحل اور الفاظ کی تشکیل اور چناؤ نہایت واضح ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی بھرپور قسم کی ادبی روایت جس میں شاعری، نثر اور فلسفیانہ کام شامل ہیں، عربی زبان کی تخلیق اور اظہار کی صلاحیت کا ایک نمایاں ثبوت ہیں۔ یہ مضمون انسانی زبان کی ابتداء، اسکی نشو و نما اور ارتقائی مراحل کا ایک علمی و تحقیقی جائزہ ہے جس میں انسانی زبان کی ابتدا اور اسکی نشو و نما کے تصورات کو واضح کرنے کے لیئے عربی زبان کو بطور نمونہ استعمال کیا گیا ہے

تمہیدی کلمات: انسانی زبان، زبان کی تعریف، ارتقائی مراحل، نمونہ، عربی زبان۔

تعارف:

اللہ تعالی نے انسان کو جو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک نعمت "انسانی زبان" بھی ہے جو بلاشبہ ایک انتہائی اہم نعمت اور وہ واحد چیز ہے جو انسانوں کے درمیان باہمی رابطوں کو استوار کرتی ہے، ثقافت اور تہذیب کو بنیاد فراہم کرتی ہے اور دنیا میں پائی جانے والی دیگر نعمتوں سے انسانی کو حقیقی طور پر لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ زبان ہی وہ واحد چیز ہے جو انسانوں کو آپس میں جوڑتی ہے پھر چاہے ان کا تعلق زمین کے کسی بھی خطے، ثقافت یا تہذیب سے کیوں ناں ہو۔ زبان انسانوں کے درمیان پائے جانے والے باہمی معاہدوں میں سے ایک اہم ترین معاہدہ ہے جس میں نوع انسانی کے تمام افراد شریک ہوتے ہیں۔ کوئی بول نہیں سکتا یا سن نہیں سکتا، تو بھی وہ اشاروں کی زبان استعمال کرتا ہے لیکن زبان کے اس معاہدے کو شاید ہم غیر اہم سمجھ کر صرف نظر کر دیتے ہیں[1]، کیونکہ Communication اور زبان دو الگ چیزیں ہیں، communicate کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے، جیسے جانور جب ایک دوسرے سے communicate کرتے ہیں تو محض تصورات منتقل کرتے ہیں مگر اس کو زبان نہیں کہتے، اس حوالے سے پروفیسر گیان چند جین لکھتے ہیں:

"انسان کو حیوان ناطق کہا گیا ہے۔ گویا انسان کی جانوروں پر سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ زبان (بھاشا) کا استعمال کرتا ہے، اس کے ذریعے اپنے جذبات و خیالات اپنے ساتھیوں تک پہنچا سکتا ہے۔۔۔۔ جس طرح انسان انسانی زبان میں بات چیت کرتے ہیں اسی طرح حیوان بھی اپنی اپنی آوازوں میں کسی زبان کا استعمال کرتے ہوں گے"[2]

انسان اپنے ابتدائی دور حیات میں جانوروں کی طرح آوازیں نکالتا تھا جو اس کے جذبات و احساسات کی ترجمان ہوتی تھیں، اس کے قلب پر خارجی یا داخلی موثرات جیسا اثر ڈالتے اس کی زبان سے ویسے ہی آوازیں نکلتیں، جس طرح جانور مختلف مواقع پر بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں یوں ہی انسان بھی بولتا تھا گویا مختلف طرح کے جذبات کے تحت مختلف آوازیں جیسے جانوروں کے منہ سے بے ساختہ نکلتی تھی اسی طرح انسان بھی صرف طبعی تاثرات سے مجبور ہو کر مختلف آوازیں نکالتا تھا جو اسکے جذبات کی عکاسی کرتی تھیں، چنانچہ آوازوں کے اس ارتقائی سفر نے انسانی زبان کو جدید ترقی یافتہ شکل تک پہنچایا، زیر بحث موضوع میں ہم انسانی زبان کی تعریف، ابتداء اور اس کے ارتقا کے مراحل کا جائزہ لیں گے نیز عربی زبان کو بطور نمونہ دیکھا جائے گا کہ کس طرح سے عربی زبان کا آغاز ہوا اور جدید ترقی یافتہ شکل تک پہنچتے ہوئے آج اس کی موجودہ صورتحال کیا ہے اسی

[1] ۔زبان کا ارتقاء، قومی آواز۔15 مارچ 2021۔

[2] ۔پروفیسر گیان چند جین، عام لسانیات (نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، 1985) ص:42۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

طرح عربی زبان کی خصوصیت کا جائزہ بھی شامل کیا جائے گا۔ موضوع کو اختیار کرنے کا مقصد لسانیات کے شعبے میں مختلف زبانوں بالخصوص عربی زبان کی اہمیت کو واضح کرنا ہے کہ کس طرح عربی زبان جامعیت اور اکملیت کے معیار پر پوری اترتی ہے کہ آج بھی بکثرت ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور اس زبان کا بے پایاں ادب موجود ہے بالخصوص آسمانی کتب میں بھی اسی زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔

زبان کا مفہوم:

زبان فارسی کا لفظ ہے جو اردو میں بطور اسم استعمال کیا جاتا ہے، زبان منہ کے اندر کا وہ عضو ہے جو قوت ذائقہ پر مشتمل ہوتا ہے اور انسان کو تکلم یا تحریر کے ذریعے خیالات اور جذبات کا اظہار کرنے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے، زبان ان علامتوں کا نام ہے جس کے ذریعے خیالات اور افکار کا اظہار کیا جاتا ہے زبان ایک سماجی اور انسانی سرگرمی بھی ہے جس میں خیالات وجذبات ظاہر کئے جاتے ہیں گویا زبان ایک سماجی عمل اور ابلاغ کا ذریعہ اظہار ہے۔[3]

زبان یا لسان (Language) ربط کا ایک ذریعہ ہے جسے معلومات کا تبادلہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ معلومات کا تبادلہ تحریری طور پر اشاروں سے، اشتہارات یا بصری مواد کے استعمال سے، علامتوں کے استعمال سے یا براہ راست کلام سے ممکن ہے۔ انسانوں کے علاوہ مختلف جاندار آپس میں معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں مگر زبان سے مراد عموماً وہ نظام لیا جاتا ہے جس کے ذریعے انسان ایک دوسرے سے تبادلہ معلومات وخیالات کرتے ہیں۔ پروفیسر گیان چند زبان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

vocal symbols through analyzable, "Language is a system of voluntarily produced arbitrary, which a community communicates its thoughts and feelings." [4]

اس تعریف سے پتہ چلتا ہے کہ زبان ایک نظام ہے جس کے ذریعے معاشرہ اپنے جذبات اور خیالات کو تجزیاتی اور صوتیاتی انداز سے ظاہر کرتا ہے اسی طرح ابن جنی نے زبان کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے "اللغة أصوات يعبر بها كل قوم عن أغراضهم[5] ترجمہ: زبان نام ہے ان آوازوں کا جن کے ذریعے کوئی بھی قوم اپنے مافی اور حاجات کا اظہار کرتی ہے۔ اور سید محی الدین قادری نے اپنی کتاب ہندوستانی لسانیات میں زبان کی تعریف اس طرح کی ہے:

"زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جن میں زیادہ تر قوت گویائی شامل ہے اور جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادے سے دہرا سکتا ہے"[6]

زبان کی ابتداء وارتقاء:

بولنا یا بات چیت کرنا انسان کی ان خصوصیات میں سے ہے جو اسے حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں، تاہم اہم سوال یہ ہے کہ بولنا انسان نے کیسے سیکھا اور زبانیں کیسے وجود میں آئیں، زبان کی ابتداء کے بارے میں بہت سے محققین کے خیالات مختلف ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ تقریباً تمام جانور زبان کے ذریعے اپنی ضروریات کا اظہار کرتے ہیں، کہیں زبان اشاروں کی طرح ہوتی ہے، تو کہیں مختلف آوازوں کا استعمال ہوتا ہے۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ زبان انسانی جینیاتی کوڈنگ کا حصہ ہے، جبکہ دیگر کہتے ہیں کہ زبان مخصوص اجتماعی نظام کا ایک آلہ ہے جو ترقی کرتا ہے۔ تاہم زبان کے ارتقاء کے متعلق واضح شواہد موجود نہیں، لہذا اس سے متعلق مختلف نظریات پیش کیئے جاتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

"مولوی عبدالحق صاحب زبان کے ارتقائی نقطہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "زبان نہ کسی کی ایجاد ہے

---

3 ۔ فضل تنہا غرشین، زبان کیا ہے اور اردو کا تشکیلی سفر کیسا رہا؟، ہم سب۔ 2022/06/12۔

4 ۔ پروفیسر گیان چند جین، عام لسانیات، ص:46۔

5 ۔ الخصائص (1/ 33).

6 سید محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، (لکھنؤ، شاہی پریس 1960) ص:26۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

اور نہ کوئی اسے ایجاد کر سکتا ہے۔ جس اصول پر بیج سے کونپل پھوٹتی ہے، پتے نکلتے ہیں، شاخیں پھیلتی ہیں۔ پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی ننھا سا پودا اور درخت تناور بن جاتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے"[7]

جرمن مفکر ہرڈر کے مطابق: "زبانوں کی تخلیق ربانی نہیں ہوتی، یہ انسانوں کی اپنی وضع کی ہوئی تخلیق ہے۔ یعنی زبان انسان کا تخلیقی عمل ہے"۔[8]

خلیل صدیقی کے مطابق: *"زبان انسانی ذہن کا کرشمہ ہے"*[9]۔

زبان کی بنیادی ساخت:

مندرجہ بالا تعریفات کے بعد اگر زبان کی ساخت پر غور کیا جائے تو انسانی زبان پروفیسر گیان چند کے مطابق اپنی ساخت کے اعتبار سے بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

- **نفسیاتی حصہ:** نفسیاتی حصہ ان تصورات سے عبارت ہے جو کہ اصوات کے ذریعے ترسیل کیے جاتے ہیں۔
- **میکانکی حصہ:** میکانکی جزو کے تین حصے ہیں:

a) منہ سے آواز کا نکلنا۔ b) آواز کا ہوا کی لہروں پر چلنا۔ c) سامع کے کان کا آواز کی گرفت کرنا۔[10]

اور اسی طرح نوعیت کے اعتبار سے بھی زبان کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

- **شعوری زبان:** شعوری زبان یا شعوری آوازیں جن کے ذریعے سے انسان اپنے خیالات وجذبات کا اظہار کرتا ہے۔
- **اشاروں کی زبان:** مخصوص معنی میں اشارے بھی زبان کے زمرے میں شامل کئے جاتے ہیں: اشارے تین اقسام کے ہوتے ہیں:
- **1۔ بصری 2۔ سمعی 3۔ لمسی۔**[11]

زبان کی خصوصیات:

انسانی زبان چونکہ اپنی نوعیت اور ساخت کے اعتبار باہم رابطہ کے کسی بھی دوسرے ذریعے ناں صرف یہ کہ مختلف ہوتی ہے بلکہ منفرد بھی ہے اور اسی بنیاد پر اس میں کچھ ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو انسانوں سے متعلق کسی بھی اور چیز میں نہیں پائی جاتیں۔ انسانی زبان کی چند خصوصیات جو اسے دوسری چیزوں سے منفرد بناتی ہیں درج ذیل ہیں:

زبان موروثی نہیں ہوتی:

زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ زبان موروثی نہیں ہوتی یعنی کہ بولنے والے کو کسی بھی زبان کی صلاحیت اس کے آباواجداد یا والدین کی طرف سے منتقل نہیں ہوتی بلکہ زبان ماحول کی دین ہوتی ہے وراثت کی دین نہیں ہوتی۔[12]

---

7 ۔ محمد چراغ علی، زندہ اور فطری زبان، ریختہ

8 ۔ غزشین، زبان کیا ہے اور اردو کا تشکیلی سفر کیسا رہا؟

9 ۔ خلیل صدیقی، زبان کا ارتقاء (کوئٹہ، قلات پبلشرز، 1977) ص:35۔

10 ۔ پروفیسر گیان چند جین، عام لسانیات، ص:52۔

11 ۔ ایضاً ص:44،45۔

12 ۔ پروفیسر گیان چند جین، عام لسانیات، ص:54۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

زبان اکتسابی ہے:

زبان سماج میں سیکھی جاتی ہے ایک اوسط انسان کوشش کر کے کسی دوسری زبان کی آواز کو ادا کرنا سیکھ سکتا ہے بشرطیکہ اسے کوئی صحیح سکھانے والا مل جائے اور اس میں سیکھنے کی صلاحیت اور صبر ہو۔[13]

زبان ایک نقل ہے:

زبان کا اکتساب نقل سے ہوتا ہے، عموماً بچہ اپنے والدین کی نقل کر کے انکی زبان حاصل کرتا ہے۔[14]

زبان سماجی شے ہے:

زبان کا استعمال سماج میں ہی ہو سکتا ہے، جیسے اگر ایک شخص اپنے لسانی گروہ سے زیادہ عرصے کے لیے ہٹ جاتا ہے تو زبانی مہارت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور وہ جس نئے لسانی گروہ کے بیچ اقامت گزیں ہوتا ہے رفتہ رفتہ اس کی زبان پر عبور پاتا جاتا ہے۔[15]

زبان ایک عادت ہے:

یعنی انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں غیر شعوری طور پر زبان کا استعمال کرنا سیکھتا ہے اس لیے اسے عادت کی پیداوار کہا جا سکتا ہے۔[16]

زبان تغیرپذیر ہے:

جس طرح ایک فرد کو اپنی زندگی میں اس کے تغیر پذیر ہونے کا احساس نہیں ہوتا لیکن جیسے جیسے وہ ماحول تبدیل کرتا ہے کئی نئی زبانیں اس کے وجود کا حصہ بنتی چلی جاتی ہیں، اس لیے زبان کو تغیر پذیر کہا جاتا ہے۔[17]

زبان نامکمل ہے:

زبان کبھی مکمل نہیں ہو سکتی اس کی تکمیل اس کی موت ہے۔[18]

عربی زبان کا آغاز:

عربی زبان ان سامی زبانوں کی ایک شاخ ہے جنہیں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کی اولاد کسی زمانے میں اپنی بستیوں میں بولا کرتی تھی۔ سامی زبانیں وہ ہیں جو سب کی سب ایک زمین کی پیداوار ہیں جہاں سے وہ پھوٹ کر بڑھی اور پھیلی ہیں، جگہ کی تنگی اور گنجان آبادی کی وجہ سے جب سامی قومیں متفرق مقامات میں بٹ گئیں تو ان کی آپس کی جدائی اور دوسروں میں اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی زبانوں میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہو گیا پھر ماحول کی اثراندازی اور درازئ مدت نے اس لسانی اختلاف کی خلیج کو اور وسیع کر دیا حتی کہ زبان کا ہر لہجہ بجائے خود ایک نئی زبان بن گیا۔

ماہرین لسانیات نے جس طرح آریائی زبانوں کو لاطینی، یونانی اور سنسکرت میں تقسیم کیا ہے اسی طرح سامی زبانوں کو بھی تین حصوں یعنی آرامی، کنعانی اور عربی میں تقسیم کیا جاتا ہے، آرامی زبان سے کلدانی، آشوری اور سریانی زبانیں وجود میں آئیں اور کنعانی زبان عبرانی اور فینقی زبان کا سرچشمہ ہے اسی طرح عربی زبان سے مضر کی فصیح زبان اور

---

13 ۔ ایضاء۔

14 ۔ ایضاء۔

15 ۔ ایضاء ص:55۔

16 ۔ ایضاء۔

17 ۔ پروفیسر گیان چند جین، عام لسانیات، ص:55۔

18 ۔ ایضاء ص:56۔

ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

دوسری متفرق بولیاں جنہیں یمنی اور حبشی قبائل بولتے ہیں وجود پذیر ہوئیں۔ عربی زبان دنیا سے الگ محدود علاقہ میں رہنے کی وجہ سے دوسری زبانوں کے برعکس انقلابات زمانہ سے بہت کم متاثر ہوئی، اس لیے یہ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ عربی ہی وہ زبان ہے جو آرامی اور کنعانی زبانوں کی نسبت اپنی اصل سے زیادہ مشابہ اور قریب تر ہے۔ [19]

زبانوں کے اختلاف کا سبب اور عربی زبان کے ادوار:

کتاب مقدس میں مذکور سفر تکوین کے مطالعے سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر ابتداء میں دنیا کے تمام انسان ایک ہی زبان بولتے تھے یہاں تک کہ "بلبلة الألسنة" کا واقع پیش آیا جس کے مطابق شہر بابل کے رہنے والوں نے برج بابل کے نام سے ایک برج بنایا جس کا مقصد آسمان یعنی اللہ کے دربار تک پہنچنا اور وہاں کے احوال معلوم کرنا تھا جس پر اللہ تبارک وتعالی کی ذات نے انکی اس فکر پر ناراضگی کے اظہار کے طور پر انکی زبان مین اختلاف پیدا فرمادیا اور یہی اختلاف بعد میں مختلف زبانوں کے وجود کا بنیادی سبب بنا۔ کتاب مقدس میں اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

"Now the whole earth had one language and one speech. And it came to pass, as they journeyed from the east, that they found a plain in the land of Shinar, and they dwelt there. Then they said to one another, "Come, let us make bricks and bake them thoroughly." They had brick for stone, and they had asphalt for mortar. And they said, "Come, let us build ourselves a city, and a tower whose top is in the heavens; let us make a name for ourselves, lest we be scattered abroad over the face of the whole earth." But the Lord came down to see the city and the tower which the sons of men had built. And the Lord said, "Indeed the people are one and they all have one language, and this is what they begin to do; now nothing that they propose to do will be withheld from them. Come, let Us go down and there confuse their language, that they may not understand one another's speech." So, the Lord scattered them abroad from there over the face of all the earth, and they ceased building the city. Therefore, its name is called Babel, because there the Lord confused the language of all the earth; and from there the Lord scattered them abroad over the face of all the [20]earth".

ترجمہ:

"ساری زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی جب لوگ مشرق کی طرف بڑھے تو انہیں سنعار میں ایک میدان ملا اور وہ وہاں بس گئے۔ انہوں نے آپس میں کہا: آؤ اینٹیں بنائیں اور انہیں آگ میں خوب تپائیں۔ پس وہ پتھر کے بجائے اینٹ اور چونے کے بجائے گارا استعمال کرنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا: آؤ ہم اپنے لئے ایک شہر بسائیں اور اس میں ایک ایسا برج تعمیر کریں جس کی چوٹی آسمان تک جا پہنچے تاکہ ہمارا نام مشہور ہو اور ہم تمام روئے زمین پر تتر بتر نہ ہوں۔ لیکن خداوند اس شہر اور برج کو دیکھنے کے لیے جسے لوگ بنا رہے تھے نیچے اترا۔ خداوند نے کہا: بیشک یہ سب لوگ ایک ہیں اور ان کی ایک ہی زبان ہے اور اگر یہ لوگ متحد ہو کر یہ کرتے رہے تو اسے مکمل کر کے ہی دم لیں گے۔ آؤ ہم نیچے جا کر ان کی زبان ان کے لئے گنجلک کر دیتے ہیں تاکہ یہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہ پائیں۔ لہذا خداوند نے انہیں وہاں سے تمام روئے زمین پر منتشر کر دیا اور وہ شہر کی تعمیر سے باز آئے۔ اسی لئے اس شہر کا نام بابل پڑھ گیا کیونکہ وہاں خداوند نے سارے جہاں کی زبان کو ناقابل فہم بنا دیا تھا۔ وہاں سے خداوند نے انہیں تمام روئے زمین پر منتشر کر دیا تھا"[21]۔

جبکہ طبری اس واقعے کو اپنے الفاظ میں اس طرح نقل کرتے ہیں:

---

[19] ۔احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی، مترجم: عبدالرحمن طاہر سورتی (لاہور، غلام علی پرنٹرز) ص:59۔

[20] The Bible, Genesis 11:1-9۔

[21] The Bible, Genesis 11:1-9 (اردو ترجمہ)

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

"وكان يقال لعاد في دهرهم عاد إرم، فلما هلكت عاد قيل لثمود إرم، فلما هلكت ثمود قيل لسائر بني إرم: إرمان، فهم النبط، فكل هؤلاء كان على الإسلام وهم ببابل، حتى ملكهم نمرود بن كوش بن كنعان بن حام ابن نوح، فدعاهم إلى عبادة الأوثان ففعلوا، فأمسوا وكلامهم السريانية، ثم أصبحوا وقد بلبل الله ألسنتهم، فجعل لا يعرف بعضهم كلام بعض، فصار لبني سام ثمانية عشر لسانا، ولبني حام ثمانية عشر لسانا، ولبني يافث ستة وثلاثون لسانا"[22]

ترجمہ:

"قوم عاد کو ان کے دور میں عاد ارم کہا جاتا تھا، ان کی ہلاکت کے بعد ثمود کو ثمودِ ارم کہا جانے لگا، جب یہ بھی ہلاک ہو گئے تو بقیہ تمام بنی ارم کو ارمان کہا جانے لگا اور یہی نبط ہیں، یہ سب کے سب اسلام پر تھے اور ان کا مسکن بابل تھا یہاں تک کہ نمرود جب بابل کا بادشاہ بنا تو اس نے ان لوگوں کو بت پرستی کی طرف دعوت دی جو ان لوگوں نے قبول کر لی اور اسی کی پاداش میں ان کی زبانیں یکسر تبدیل ہو گئیں کہ ان میں کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کی بات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ پس بنی سام اور بنی حام کی اٹھارہ زبانیں ہو گئیں اور بنی یافث کی تیس زبانیں ہو گئیں"[23]۔

عربی زبان کا پہلا دور:

عربی زبان کا پہلا دور جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلتا ہے، طوفان نوح کے 670 سال بعد جب اولادِ نوح بابل میں پھنس گئی اور بادشاہ کی طرف سے انہیں توحید کو چھوڑ کر بت پرستی قبول کرنے کی طرف مجبور کیا گیا تو ان کی آبائی زبانوں کا فہم انہیں بھلا دیا گیا چنانچہ اس واقعہ سے عربی کا پہلا دور ختم ہوا اور دوسرے دور کا آغاز ہوا۔[24]

عربی زبان کا دوسرا دور:

"بلبلۃ الألسنۃ" کے واقعہ کے بعد عربی زبان کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے جب عاد و ثمود اور ان کے خاندان کے باقی افراد نے عربی زبان میں بات چیت کا آغاز کیا۔[25] ابن ہشام اپنی کتاب التیجان فی ملوک حمیر میں اس حوالے سے ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"يعرب الذي تكلم بالعربية كل أخذه من يعرب ابن قحطان بن هود وإليه تنسب العربيةفقيل: عربي لأن يعرب أول من نطق بها وليس أحد غيره تكلم قبله بها"[26]

ترجمہ:

"یعرب وہ ہے جس نے عربی میں کلام کیا اور ہر ایک نے عربی یعرب بن قحطان بن ہود سے سیکھی، ان ہی کی طرف عربی کو نسبت دیتے ہوئے عربی (زبان کو عربی) کہا جاتا ہے کیونکہ یعرب ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے عربی میں کلام کیا جبکہ اس سے پہلے (اس دوسرے دور میں) کسی نے کلام نہیں کیا"[27]۔

عربی زبان کا تیسرا دور:

---

22 ۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبري، تاریخ الرسل والملوک، (بیروت، لبنان، مطبوعۃ: دار التراث، 1387ھ) ج: اول، ص: 207-208۔

23 ایضا۔ اردو ترجمہ

24 ۔ ابو جعفر محمد بن حبیب البغدادی، المحبر، (بیروت، لبنان، مطبوعۃ: دار الآفاق الجدیدۃ)، ص: 384۔

25 ابو جعفر محمد بن جریر الطبري، تاریخ الرسل والملوک، ج: اول، ص: 207-208۔

26 ۔ ابو محمد عبد الملک بن هشام المعافری، التیجان فی ملوک حمیر، (الصنعاء، یمن، مطبوعۃ: مرکز الدراسات والابحاث الیمنیۃ، 1347ھ)، ص: 328۔

27 المرجع السابق

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

یعرب بن قحطان سے شروع ہونے والا عربی کا دوسرا دور حضرت اسماعیل پر آکر اس وقت ہوا جب اللہ کے حکم کی وجہ سے حضرت اسماعیل اپنی والدہ سمیت مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور وہاں قبلیہ بنی جرہم کے ساتھ میل ملاپ ہوا اور آپ نے وبیلہ جرہم سے عربی زبان سیکھی[28]۔ یہاں سے عربی زبان کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے جس کے بارے میں ابو الفداء اسماعیل اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"وكان إسماعيل بن إبراهيم عليهما السلام أول من تكلم بالعربية الفصيحة البليغة وكان قد أخذ كلام العرب من جرهم الذين نزلوا عند أمه هاجر بالحرم....ولكن أنطقه الله بها في غاية الفصاحة والبيان وكذلك كان يتلفظ بها رسول الله صلى الله عليه وسلم" [29]

ترجمہ:

"حضرت اسماعیل بن ابراہیم وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فصیح و بلیغ عربی میں کلام کیا جبکہ انہوں نے عربی زبان ان جرہمی افراد سے سیکھ لی تھی جو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کے پاس سکونت پذیر ہوئے تھے۔۔۔ لیکن پھر اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل کو یہ زبان انتہائی فصاحت وبلاغت کے ساتھ بلوائی اور اسی فصاحت وبلاغت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی یہ زبان بولتے تھے"[30]۔

عربی زبان کے لہجے:

عربی زبان کا سب سے پہلی بار وجود میں آنا اور اس کی ترقی کے ابتدائی مدارج کا کھوج لگانا بڑا مشکل کام رہا ہے کیونکہ اس زبان کی تعریف صرف اس وقت سے ملنا شروع ہوتی ہے جو اس زبان کے عین شباب اور ترقی کا زمانہ ہے اور اس سلسلہ میں تاریخی کتبوں اور پتھروں سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی جو جزیرہ عرب میں پائے گئے ہیں البتہ درمیانی احوال وحوادث جن کے اثر سے زبان کے مختلف لہجوں میں یگانگت اور اسکے الفاظ میں شائستگی پیدا ہوئی وہ عقلی اور نقلی دلائل سے معلوم ہو سکتے ہیں، چنانچہ ان کتبوں اور نقوش کی بنیاد پر ماہرین لسانیات نے عربی زبان کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے جو اپنی ساخت کے اعتبار عربی زبان کے تین لہجے ہی ہیں:

- **جنوبی عربی لہجہ:** اس زبان کے کتبے یمن کے علاقے قتبتان، معین اور سبا وغیرہ میں ملے ہیں جہاں اس لہجے کا رواج تھا۔ جنوبی عربی زبان یمن میں بولی جاتی تھی اور اس میں سبا اور حمیر کی زبان بھی شامل تھی مگر فوقیت حمیر کی زبان کو حاصل تھی اس لیے اس کو حمیری زبان بھی کہا جاتا ہے، یہ شمالی زبان یعنی حجازی کے مقابلے میں زیادہ قدیم زبان ہے کیونکہ یہ یمنیوں کی اصل زبان تھی، جنوب میں یمنیوں کی یہ زبان شمال میں عدنانیوں کی زبان سے بہت مختلف تھی۔ یمن میں جو کتبے وغیرہ ملے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جنوبی یمنی زبان شمال کی عدنانی زبان سے نہ صرف صیغوں، تنوین، جمع مذکر سالم اور ضمیروں وغیرہ میں مختلف تھی بلکہ اس کے حروف تہجی بھی بڑی حد تک مختلف تھے اسی لیے مشہور لغت کے عالم امر بن علی نے کہا تھا کہ *"نہ تو حمیر (یمن) کی زبان ہماری زبان ہے اور نہ ان کی لغت ہماری لغت"*۔[31]
- **شمالی عربی لہجہ:** اس زبان کے کتبے حجاز کے شمال میں ثمود کے رہنے کی جگہوں میں ملے ہیں۔ شمالی عربی زبان جو شمالی علاقہ حجاز میں بولی جاتی تھی، وہ عدنانیوں کی زبان تھی یہ یمنی زبان کے مقابلے میں نئی زبان تھی اور جاہلی شاعری کا جو سرمایہ ہم تک پہنچا وہ اسی عدنانی لہجے میں ہے کیونکہ یہ جن شعرا کا کلام ہے وہ یا تو قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے تھے یا قبیلہ مضر سے اور یہ دونوں قبیلے عدنان کی شاخیں ہیں۔ شمالی عربی اور جنوبی عربی دونوں زبانوں کے ماننے والوں کے ہاں باہمی کشمکش چلتی رہی جس کے نتیجے میں جنوبی عربی زبان کے ماننے والے یعنی حمیری حکومت کا زور تسلط کم ہوتا گیا اور شمالی عربی زبان کو فروغ ملا اور عربی زبان کا پہلا رسم الخط شمالی عربی زبان میں نبطی خط کی صورت میں سامنے آیا۔

---

28 شیخ ابن سعید الاندلسی، نشوۃ الطرب فی تاریخ جاہلیۃ العرب، (عمان، الاردن مطبوعۃ: مکتبۃ الاقصی)، ص: 307۔

29 ۔ ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی، البدایۃ والنہایۃ، (بیروت، لبنان، مطبوعۃ: دار الفکر، 1986) ج: اول، ص: 121۔

30 المرجع السابق

31 ۔ عبد الحلیم ندوی، عربی ادب کی تاریخ، ص: 65۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

- **آرامی نبطی لہجے:** یہ لہجے مذکورہ بالا لہجوں کے مقابلے میں نئے ہیں، ان لہجوں کے لکھنے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان سب زبانوں کے لکھنے اور بولنے میں بڑا اختلاف تھا مگر بعد میں حالات کے تقاضوں سے لہجوں کا یہ اختلاف مٹ گیا اور سب کے میل جول اور خاص طور سے دینی تقاضوں کے ماتحت ایک خوبصورت، صاف ستھری اور شیریں زبان سامنے آئی۔[32]

کیونکہ اصل میں عرب قوم امی قوم تھی جنہیں دین، تجارت یا حکومت میں سے کوئی چیز بھی باہمی ارتباط اور میل جول پر مائل نہ کرتی تھی چنانچہ وہ ایک ہی چیز کے لیے اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ کئی نام بنا لیتے تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ خانہ بدوشانہ زندگی گزارتے، جداگانہ زندگی بسر کرتے یا دوسروں میں گھل مل جانے کی وجہ سے ان کی زبان میں اضطراب و خلل واقع ہو گئے اور یگانگت باقی نہ رہی، مترادف الفاظ بکثرت پائے جانے لگے جس سے معرب، مبنی اور تعلیل کی وجہ سے لہجوں کا اختلاف بڑھ گیا اور ہر قبیلے نے اپنے مخصوص لہجے کا انتخاب کیا۔[33] جیسا کہ: عنعنہ (بنو تمیم)، عجعجہ (بنو قضاعہ)، استنطاء (بنو سعد، ہذیل، قیس اور انصار) اور کشکشہ (بنی ربیعہ اور بنی اسد)۔

عربی زبان کے ارتقاء کے اسباب:

عربی زبان کو دینی، اقتصادی اور اجتماعی وجوہات کے اعتبار سے دوسری زبانوں پر غلبہ حاصل ہوا ان وجوہات میں سے اہم اسباب درج ذیل ہیں:

- قرآن مجید کا عربی زبان میں نازل ہونا اس کے فروغ کا ایک اہم سبب تھا۔
- قبیلہ قریش کا اس زبان کو اپنانا اور پورے عرب میں اس زبان کو رائج کرنا بھی عربی زبان کے فروغ کا ایک اہم سبب تھا۔
- علاقہ عرب میں لگنے والے میلے اور بازار بھی عربی زبان کے فروغ اور تشہیر کا بنیادی سبب تھے۔
- قریشیوں کا کاروبار کی غرض سے دوسرے علاقوں میں جانا اور وہاں اپنی زبان کو فروغ دینا بھی عربی زبان کے فروغ کا سبب بنا۔

1. **عربی زبان کی منفرد خصوصیات:**

کسی زبان کی اہمیت اور مقبولیت کا پیمانہ صرف یہ نہیں کہ اس کا دائرہ عمل زمین کے کتنے حصے پر پھیلا ہوا ہے یا دنیا کی آبادی میں کتنی اکثریت سے اس کو بولا یا سمجھا جاتا ہے بلکہ اس کی کسوٹی کا دائرہ کار یہ بھی ہے کہ اس زبان کے نحوی و صرفی قواعد کیا ہیں، اس کا انداز بیان، تلفظ اور صوتی اثرات کتنے موثر ہیں تاہم اس اعتبار سے عربی زبان کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام خوبیاں عربی زبان میں موجود ہیں اور عربی زبان انہی امتیازی خصوصیت کی بنیاد پر سامی زبانوں کی شاخوں میں سب سے زیادہ سائنسٹیفک، مربوط اور منظم زبان تصور کی جاتی ہے، تاہم اس زبان کی چند اہم خصوصیات کا ذکر درج ذیل ہے:

عربی زبان کی گرامر:

عربی زبان کو لکھنے، بولنے اور اس میں مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لیے جو نحوی اور صرفی قواعد وضع کیے گئے ہیں ان کی بنیاد قرآن وحدیث کے لسانی شواہد خالص عربی قبائل میں مروج طریقوں اور مستند علماء ادباء کے طریق استعمال پر ہے ان کے وضع کرنے میں علمائے لغت نے بڑی کاوش اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے اور مدتوں کی تحقیق و جستجو اور غور و فکر کے بعد ان کو آخری شکل دی ہے چنانچہ زبان کے قاعدوں کی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے ان کے سیکھنے سکھانے میں بڑی آسانی ہو گئی جس سے عربی زبان کو سمجھنا اور اس میں دسترس حاصل کرنا آسان ہو گیا۔[34]

---

32 ۔ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی، عربی ادب کی تاریخ (نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، 1977) ص:63۔
33 ۔احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی، ص:60۔
34 ۔ عبدالحلیم ندوی، عربی ادب کی تاریخ، ص:72۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

عربی زبان کے اعراب:

عربی زبان دنیا کی شاید ان چند زبانوں میں سے ایک ہے جس میں الفاظ کی آوازوں کو علامتوں کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ اس زبان کے وسیع، متمدن اور صاف ستھرے ہونے کی دلیل ہے چنانچہ عربی میں الفاظ کی صوتی شکلوں کو لکھ کر نہیں بلکہ چند اشاروں کے ذریعے جنہیں اعراب کہا جاتا ہے ظاہر کیا جاتا ہے اس طریقے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ لکھنے کے حروف کم ہو جاتے ہیں اور وقت کی بچت ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی ذوق اور ملکہ کی پوری طرح آبیاری ہوتی ہے۔[35]

نزاکت بیان:

زبان میں نزاکت کا وجود خواہ وہ لفظی ہو یا معنوی یا ترکیبی اس کی خوبصورتی اور دلآویزی میں چار چاند لگا دیتی ہے۔ عربی زبان اس نقطہ نظر سے دنیا کی بڑی سامع نواز اور دلآویز زبانوں میں سے ہے۔ عربی الفاظ کی نزاکت بیانی کا یہ عالم ہے کہ معنی کے جزیات بھی پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں اور کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا جیسے دن کے ہر گھنٹہ اور پہر کے لیے ایک الگ مخصوص نام کا پایا جانا یا چاندنی رات کے ہر مرحلے کا ایک مخصوص نام وغیرہ سے ذکر ہو نا زبان کے معنی میں وسعت اور چاشنی پیدا کرتا ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو کہ دنیا میں موجود دیگر زبانوں میں نہیں پائی جاتی۔[36]

اعجاز و ایجاز:

عام طور پر دنیا کی ہر زبان میں کم الفاظ کے ذریعے بہت معنی پیدا کرنے کا طریقہ رائج ہے جسے اصطلاح میں اعجاز کہا جاتا ہے، عربی زبان اعجاز کے معاملے میں منفرد زبان ہے اس میں بکثرت ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کی تشریح کے لیے ایک دفتر چاہیے مثلا لفظ الحمد جس سے قرآن کی سورہ فاتحہ شروع ہوتی ہے، جس کے معنی علماء یہ بتاتے ہیں کہ انعامات و احسانات کے اعتراف کے جذبے کے ساتھ انسان نے شکر ادا کرنے کے جتنے طریقے ایجاد کیے ہیں یا ایجاد کرے گا یا سوچا ہے یا سوچ سکتا ہے وہ سب اس خدائے واحد و برتر کے لیے مخصوص ہیں، اس ایک لفظ میں ایسی جامعیت اور شمولیت ہے کہ دفتر کے دفتر اس معنی کو ادا کرنے کے لیے ناکافی ہیں الفاظ کی یہ صفت جامعیت عربی زبان میں بہت عام ہے جہاں مختصر و بدیع الفاظ استعمال کرتے ہوئے فصاحت و بلاغت کا اعلی معیار پیش کیا گیا ہے۔[37]

مترادفات اور اضداد کا وجود:

دنیا کی تقریبا تمام زبانوں میں ایک معنی کے ادا کرنے کے لیے کئی لفظ استعمال کرنے کا طریقہ رائج ہے ان الفاظ کو مترادفات یا مترادف الفاظ کہا جاتا ہے۔ عربی زبان کا دامن مترادفات کے معاملے میں بڑا وسیع ہے چنانچہ علماء لغت نے صرف سال کے لیے 24 نام، روشنی کے لیے 21، تاریکی کے لیے 52، کنویں کے لیے 88، پانی کے لیے 170 نام لکھے ہیں، اسی طرح انسانی حلیہ کے لیے بھی متعدد الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ الفاظ کے معنی کے اظہار کے سلسلے میں عربی زبان کو دوسری زبان کے مقابلے میں یہ امتیازی خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو متضاد معنی دیتے ہیں مثلا دون کا لفظ ہے کہ اس کے معنی کم، زیادہ، قریب، دور اور آگے پیچھے کے بھی آتے ہیں۔[38]

حکم و امثال کا وجود:

کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی کو دلنشین انداز میں ظاہر کرنے کا طریقہ کم و بیش ہر زبان میں پایا جاتا ہے جسے مثل یا کہاوت کہتے ہیں مگر عربی زبان میں اس کی بہت کثرت اور اس میں بڑا تنوع ہے عربوں کو اپنے مخصوص طرز زندگی کی وجہ سے عناصر فطرت سے براہ راست مقابلہ کرنا پڑتا تھا اس طرز زندگی کے تجربات سے عربوں نے براہ راست

---

35 ۔ ایضاء، ص: 73۔

36 ۔ عبد الحلیم ندوی، عربی ادب کی تاریخ، ص: 74۔

37 ۔ ایضاء، ص: 75۔

38 ۔ ایضاء، ص: 74۔

نتائج اخذ کیے، ان نتائج کو حکمت وفلسفہ دانشمندی کی آمیزش سے الفاظ کے ایسے خوبصورت کالم میں ڈھالا گیا جو صوتی اثرات کے حسن وجمال کے علاوہ معنویت میں بھی ایک بحر بیکراں تھے اور یہی قالب ضرب الامثال یا کہاوتیں کہلایا۔[39]

ان خصوصیات کے علاوہ عربی زبان میں سجع یعنی مقفی اور مرصع نثر کا طریقہ بھی رائج تھا جسے عام طور پر اسلام سے پہلے پروہت استعمال کیا کرتے تھے اس کے علاوہ الفاظ کے صوتی اثرات کے ذریعے منظر کشی کرنے میں بھی عربی زبان کو امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے، غرض یہ کہ گوناگوں امتیازی خصوصیات کی وجہ سے عربی زبان ہمیشہ اہمیت کی حامل رہی ہے۔

خلاصہ بحث:

الغرض یہ کہ انسانی خیالات اور جذبات کے اظہار کے لیے زبان کو بطور آلہ استعمال کیا گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس آلہ نطق میں بھی تغیر و تبدل پیدا ہوتا رہا جیسے جیسے انسان ارتقاء پذیر رہا خیالات وجذبات کے اظہار کے لیے زبان بھی ارتقاء پذیر ہوتی رہی، اور موجودہ صورتحال میں ایک سے زائد زبانوں کا تصور اسی ارتقاء پذیری کا نتیجہ ہے۔

عربی زبان کے وسیع تر مطالعہ اور اس کی گوناگوں امتیازی خصوصیات کی وجہ سے یہ ثابت ہوا کہ مختلف زمانوں کے نشیب وفراز سے گزرتی ہوئی مختلف ملکوں اور قوموں سے تعلق پیدا کرتی ہوئی عربی زبان نہ صرف آج تک باقی ہے بلکہ روز بروز ترقی کر رہی ہے اور اپنا دائرہ اثر و عمل بڑھا رہی ہے، جس کا بنیادی مظہر دنیا کے مختلف ممالک میں اس زبان کا بولا، سمجھا اور پڑھے جانا ہے اور اس کی اہمیت کی بنیادی وجہ مذہبی لٹریچر کا وجود بھی ہے جو اس زبان کی چاشنی میں اضافے کا باعث ہے۔

2. **نتائج:**

مندرجہ بالا بحث کے بعد جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں؛

1. زبان ایک ایسا پیچیدہ اور لچکدار نظام ہے جو مختلف آوازوں، الفاظ اور جملوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ نہ صرف ہمیں ایک دوسرے سے بات چیت کرنے بلکہ اپنے خیالات، احساسات اور تجربات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے۔ زبان کے بغیر، ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتے، ثقافت اور علوم کو بانٹ نہیں سکتے، اور نہ ہی دنیا کو سمجھ سکتے ہیں۔

2. زبان انسان کی معاشرتی و سماجی ضرورت کے تحت وجود میں آئی جس کے ذریعے انسان نے اپنے لیے بہترین زندگی گزارنے کی خواہش کو عملی جامہ پہنایا۔ زبان کا آغاز انسان کی معاشرتی و سماجی ضرورت کے تحت ہوا۔ ابتدائی انسانوں نے اپنے لیے بہتر زندگی گزارنے کی خواہش میں ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرنے کے طریقے تلاش کیے۔ انہوں نے اشاروں، آوازوں اور حرکات کا استعمال کرتے ہوئے اپنے خیالات اور احساسات کا اظہار کیا۔ رفتہ رفتہ، ان آوازوں کے معنی متعین کیے گئے اور یوں زبان وجود میں آئی۔ زبان کا ارتقاء ایک مسلسل عمل رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں اور اضافے ہوتے رہے ہیں۔ نئی زبانوں کا ظہور ہوا ہے، موجودہ زبانیں بدلی ہیں، اور زبانیں ایک دوسرے سے متاثر ہوتی رہی ہیں اور مسلسل ہو رہی ہیں خاص طور پر موجودہ دور میں کہ جس میں ٹیکنالوجی کی بدولت مختلف ثقافتوں سے منسلک لوگوں کا آپسی رابطہ پہلے کی بنسبت زیادہ آسان ہو چکا ہے جو زبانوں کے آپسی تبادلے کو ناں صرف ممکن بنا رہا ہے بلکہ اس کے لیئے ایک سازگار ماحول بھی مہیا کر رہا ہے۔

3. زبان کے ارتقاء کے کچھ اہم مراحل مندرجہ ذیل ہیں:

- **اشارے اور آوازیں:**

ابتدائی انسانوں نے اپنے خیالات اور احساسات کا اظہار اشاروں، آوازوں اور حرکات کا استعمال کرتے ہوئے کیا۔ اور جیسے جیسے انسانوں نے زیادہ پیچیدہ خیالات کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس کی، انہوں نے سادہ الفاظ اور جملے تیار کرنا شروع کیئے جو بعد میں ایک مستقل زبان کی صورت میں ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوئے اور ایک باقاعدہ زبان وجود میں آئی۔

---

39 ۔ عبد الحلیم ندوی، عربی ادب کی تاریخ، ص: 75۔

- **قواعد اور نحو:**

جب سادہ جملے ایک نسل سے دوسری نسل اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے لگے تو ان میں یگانگت پیدا کرنے اور وضع کیئے گیئے مفاہیم کو برقرار رکھنے کے لیئے قواعد اور نحو کے اصول وضع کیے گئے جو مکمل طور پر زبان کے ابتدائی استعمال پر منحصر تھے۔

- **لکھائی کا نظام:**

جب زبان کے قولی پہلو پر انسان نے عبور حاصل کر لیا تو اسے ضرورت محسوس ہوئی کہ اسی زبان کو کسی ایسے شخص تک کیسے پہنچایا جائے جو ہو تو اسی کنبے اور قبیلے کا لیکن زبان کے ذریعے بول کر دی جانے ہدایات سننے کے لیئے موجود ناں ہو، تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیئے آوازون کو لکھی جانے والی علامتوں میں ڈھالا گیا اور یہی علامتیں بعد حروف کی شکل اختیار کر کہ لکھی جانے لگیں اور زبان کو محفوظ رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے لکھائی کے نظام بنیاد بنیں۔

زبان کا ارتقاء آج بھی جاری ہے نئی ٹیکنالوجیز اور مواصلات کے طریقوں کے ابھرنے کے ساتھ ساتھ، زبانیں بھی نئی شکلیں اور انداز اختیار کر رہی ہیں۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے زبان کے استعمال کے طریقے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ نئے الفاظ اور جملے ابھر رہے ہیں، اور زبان کے استعمال میں زیادہ غیر رسمی اور اختصاری انداز اپنایا جا رہا ہے۔

4. عربی زبان دنیا کی قدیم ترین اور بڑی بولنے والی زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ سامی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور اسے دنیا بھر میں تقریباً 422 ملین لوگ بولتے ہیں۔ عربی زبان مسلمانوں کی مقدس زبان ہے اور قرآن مجید اس زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہ 22 عرب ممالک کی سرکاری زبان بھی ہے اور اقوام متحدہ کی چھ سرکاری زبانوں میں سے ایک ہے۔ عربی زبان ناں صرف یہ کہ ایک دینی زبان ہے بلکہ سیاسیک ثقافتی اور معاشی طور پر بھی بڑی اہمیت حامل ہے۔

5. عربی زبان کی ابتدا عرب جزیرہ نما میں تقریباً 2500 سال قبل ہوئی۔ اس زبان نے اپنی تاریخ میں کئی تبدیلیوں اور ارتقاء کا سامنا کیا ہے۔ قدیم عربی زبان کو کلاسیکی عربی کہا جاتا ہے، جو 7ویں صدی عیسوی میں قرآن مجید کے نزول کے وقت بولی جاتی تھی۔ اس کے بعد، عربی زبان میں کئی تبدیلیاں آئیں اور اس نے جدید عربی زبان کی شکل اختیار کر لی۔ جدید عربی زبان کے مختلف لہجے ہیں، جن میں سے سب سے زیادہ بولے جانے والے لہجے مصری عربی، عراقی عربی اور خلیجی عربی ہیں۔ عربی زبان نے اپنی تاریخ میں کئی دیگر زبانوں سے بھی الفاظ اور گرامر کے عناصر کو اپنایا ہے، بشمول فارسی، ترکی اور انگریزی۔

حوالہ جات

المصادر والمراجع العربیۃ

1. القرآن۔
2. بائبل۔
3. ابن کثیر، أبو الفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، بیروت، لبنان: دار الفکر، 1986۔
4. المعافری، ابو محمد عبد الملک بن ھشام، التیجان فی ملوک حمیر۔ الصنعاء، یمن: مرکز الدراسات والابحاث الیمنیۃ، 1347ھ۔
5. البغدادی، ابو جعفر محمد بن حبیب، المحبر، بیروت، لبنان، مطبوعۃ: دار الآفاق الجدیدۃ۔
6. الطبري، ابو جعفر محمد بن جریر۔ تاریخ الرسل والملوک۔ بیروت، لبنان: دار التراث، 1387ھ۔
7. الاندلسی، شیخ ابن سعید، نشوۃ الطرب فی تاریخ جاھلیۃ العرب، عمان، الأردن مطبوعۃ: مکتبۃ الاقصی۔
8. **اردو مصادر**
9. احمد حسن زیات، استاد۔ تاریخ ادب عربی، مترجم: عبد الرحمن طاہر سورتی، لاہور، غلام علی پرنٹرز۔
10. ندوی، سید سلیمان۔ تاریخ ارض القرآن۔ اعظم گڑھ، ہند: معارف پریس دار المصنفین، 1916۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

11. خلیل صدیقی، زبان کا ارتقاء، کوئٹہ، قلات پبلشرز، 1977۔

12. فضل تنہا غرشین، "زبان کیا ہے اور اردو کا تشکیلی سفر کیسا رہا؟" ہم سب۔ 2022/06/12۔

13. غلام مصطفی، "زبان اور اس کی خصوصیات "ترجیحات آن لائن اردو ریسرچ جرنل، :2023۔08۔14۔

14. چراغ علی، محمد "زندہ اور فطری زبان rekhta"۔

15. خورشید رضوی، ڈاکٹر۔ عربی ادب قبل از اسلام۔ لاہور، ادارہ اسلامیات، 2010۔

16. ندوی، عبد الحلیم۔ عربی ادب کی تاریخ۔ نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، 1977۔

17. گیان، چند جین، پروفیسر۔ عام لسانیات۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1985۔

18. قادری، محی الدین، ہندوستانی لسانیات، لکھنؤ، شاہی پریس، 1960۔